OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

برصغیر میں مسلم فکری انحرافات کے مذہبی اسباب و محرکات

Religious Causes of the Muslims Deviant Thoughts in the Subcontinent

Hafiz Ghulam Mustafa
Doctoral Candidate, Lahore Garrison University, Lahore
Dr Ali Akbar
Associate Professor, Lahore Garrison University, Lahore

Abstract

After a very sorrowful martyrdom of Ḥadrat Uthman, the entire Ummah was enmeshed in the net of deviation of religious thoughts. During the reign of Ḥadrat Ali, the political disruption was in full swing the deviant thoughts got time to be nurtured and flourished and the unity of Umma was damaged very badly. No doubt many religious factors were there, but the Ummah stuck to the teachings of the holy Quran and Sunnah and were proud of being the followers of the companions. But, in the later years, people devised a lot of new beliefs that were quite apart from that main system of beliefs of the Muslims and they were commonly known as Khawārij and they were named as they extended themselves from the mainstream of the Muslims. With the advent of Islam by the Muslim commanders like Muhammad bin Qasim, the Muslim deviant thoughts came simultaneously and developed there in the sub-continent. With the development of these thoughts, people even averred to be a Mahdi and a prophet (false) as well; this article is to present an analytical study of the Muslims deviant thoughts in the sub-continent.

Key Words: Ḥadrat Uthman, Ḥadrat A'lī, Muslim Thoughts, Deviation, Religious, elements, sub-continent

CC BY

تمہید

امت مسلمہ میں فکری انحراف کی خلیج اس وقت وسیع ہوئی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیاسی افتراق اپنے عروج پر تھا جسکی وجہ سے مختلف گروہوں کو اپنے نظریات کی اشاعت کا موقع مل گیا اور امت مسلمہ کی وحدت منتشر ہوگئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ابتداء میں تمام لوگ سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کرام کی پیروی کرنے والے تھے لیکن بعد میں لوگوں نے نئے عقائد وضع کرکے جمہور اہلسنت سے علیحدہ ہوکر اپنی شناخت بنائی جنکو خوارج کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے عام مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی تھی۔عہد صحابہ کرام میں قدریہ فرقہ کا آغاز ہوچکا تھا جو تمام احکامات اسلام مانتے تھے لیکن تقدیر کا انکار کرنے والے تھے۔دوسری صدی ہجری میں فرقہ معتزلہ پیدا ہوا۔ہندوستان میں محمد بن قاسم کی آمد کے بعد اسلام کی ترویج واشاعت کا آغاز تو ہوا لیکن اختلاط مذاہب نے فکر اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے اور مسلمان فکری انحراف کا شکار ہوئے۔ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کی متفقہ تعلیمات سے ہٹ کر مہدی، نبی ورسول ہونے سمیت کئی شخصی دعوے کرکے فکری انحراف کی راہیں ہموار کیں۔نویں اور دسویں صدی ہجری اور اسکے بعد اسلام اور تصوف کے نام پر خود ساختہ نظریات متعارف کروائے گئے جنہوں نے بعد میں گمراہ کن سلاسل اور منحرف تحاریک کی صورت اختیار کرلی ان میں دین اکبری، تحریک مہدویت، سلسلہ مداریہ، شطاری سلسلہ ،روشنیہ فرقہ، ذکری فرقہ، تحریک قادیانیت اور فتنہ انکار حدیث بطور خاص قابل ذکر ہیں۔یہاں ہم برصغیر میں مسلم فکری انحرافات کے مذہبی اسباب وعوامل کا جائزہ پیش کریں گے۔ تفکر اور تدبر وہ اعلیٰ انسانی صفات ہیں جنکی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات پر فوقیت بخشی ہے۔فکر کے لیے انگریزی زبان میں (Thought) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔قرآن پاک کا موضوع چونکہ انسان ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسان کو یہ دعوت دی گئی ہے کہ وہ اس وسیع وعریض کائنات میں موجود مختلف اشیاء میں غور وفکر کرے تاکہ اپنے معبود حقیقی کی معرفت حاصل ہوسکے۔منصب رسالت کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ آپ ﷺ فکر انسانی کی طہارت وپاکیزگی کا اہتمام کتاب اللہ کی آیات پڑھ کر سرانجام دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرمایا:يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔[1] "وہ رسول ﷺ ان پر اس کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں (ایمان و صحیح عقائد سکھا کر برے عقائد و اخلاق سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت (سنت اور رموز کتاب) کی تعلیم دیتا ہے۔"امام راغب اصفہانی فکر کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:الْفِكْرَةُ : قوّة مطرقة للعلم إلى المعلوم، والتَّفَكُّرُ: جولان تلك القوّة بحسب نظر العقل، وذلك للإنسان دون الحيوان۔[2] "فکر اس قوت کو کہتے ہیں جو علم کو معلوم کی طرف لے جائے اور تفکر کے معنی غور وفکر اور عقل کے مطابق اس قوت کو جولانی دینے کے ہیں۔اور غور فکر کی استعداد صرف انسان کو دی گئی ہے جبکہ دوسرے حیوانات اس سے محروم ہیں۔"

معروف معاصر مفکر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی افکار کی نشوونما کے بارے میں کہتے ہیں" افکار واقدار کی نشونما کی تاریخ میں جو کچھ واقع ہوتا ہے، یہ ہے کہ کل حقیقت کا ایک پہلو سامنے آتا ہے جسکی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہی کل حقیقت ہے۔اس دعوی کی وجہ وہ ولولہ ہوتا ہے جو جزوی سچائی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔اس سے حقیقت کے اس پہلو کو پیش کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے جسے نظر انداز کردیا گیا تھا اور پہلے کیطرح اسے بھی اسی بنا پر کل سچائی تصور کیا جاتا ہے جس پر پہلے مرحلے میں جزوی سچائی کو کل سچائی تصور کیا گیا تھا۔اسکے بعد نوبت یہ آتی ہے کہ متضاد دعوے ایک دوسرے کی نفی کردیتے ہیں اور غلط عناصر کو نکال کر

اور دونوں طرف سے جو مبالغہ کیا گیا تھا اسے دور کر کے کل حقیقت سامنے آتی ہے۔"[3] مسلم فکر کا معنیٰ و مفہوم: مسلم فکری انحراف سے مراد اسلام کے مسلمہ اجتماعی عقائد کی خلاف ورزی ہے۔ ایسی فکر جو کسی کو بھی اسلام کے متفقہ دینی اصول و ضوابط، اسلامی منہج وطریق، معاشرتی روایات اور جمہور کے نظم سے جدا کر دے۔ ایسے گروہ اور جماعتیں جنہوں نے اہلسنت وجماعت سواد اعظم کے اجتماعی عقائد و نظریات سے ہٹ کر کے علیحدہ اپنی خود ساختہ فکر کی بنیاد رکھی ایسے لوگوں کو منحرفین میں شمار کیا جاتا ہے۔ عہد نبوی سے آج تک جمہور امت کے عقائد ونظریات اور محدثین کی تشریحات کو اہلسنت وجماعت کے نام سے ہی موسوم کیا جاتا ہے۔ اہلسنت وجماعت سے مراد مسلمانوں کی وہ اکثریت ہے جو ہر دور میں ان افکار و نظریات پر قائم رہی جو کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت اور جماعت صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آپ ﷺ نے سواد اعظم کی پیروی کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: مَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْمَعَ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا، وَيَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ هَكَذَا، فَعَلَيْكُمْ بِسَوَادِ الْأَعْظَمِ، فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔[4] "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے پس سواد اعظم کی پیروی تم پر لازم ہے بے شک جو جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہوا اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔" اللہ تعالیٰ نے معاشرتی فساد کے خاتمے اور سماجی امن وسکون کو یقینی بنانے کے لیے فکر اسلامی کے احکامات ہر دور میں اپنے انبیاء کرام کو عطا کیے جسکی تکمیل رسول رحمت ﷺ نے فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کردار کی بلندی اور کامل ترین اسوہ کی روشنی میں مسلم معاشرے میں فکر اسلامی کی ترویج واشاعت کا حق ادا کر دیا۔ زندگی کے تمام مسائل کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا نام فکر اسلامی ہے۔ مسلم فکر کا یہ تسلسل اسلام کے ہر دور میں قائم رہا۔ علماء ومحدثین اور جمہور امت اسی فکر کی مدد سے گمراہیوں کا تدارک کرتے رہے یہی سلسلہ تا صبح قیامت جاری وساری رہے گا۔ اب تک کی تمہیدی بحث سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فکر اسلامی اپنی خصوصیات کی بنا پر انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خوبصورت مظہر ہے۔ مسلم فکر اپنی عالمگیر خصوصیات (Universal Qualities) کی بنیاد پر مذاہب عالم اور بنی نوع انسانیت کے لیے امن کی نوید ہے۔ فکر اسلامی الہامی علم کی روشنی میں ارتقائی منازل طے کر کے مکمل ہوتی ہے تا کہ ہر انسان اسکی مدد سے دنیوی واخروی کامیابیاں حاصل کر سکے۔ فکر اسلامی کو حقیقی سرچشمہ قرآن وحدیث ہیں۔ فکر اسلامی کو صحیح تصور صرف ایک فرد کو نہیں بلکہ پورے نظام اور سماج کو تبدیل کرنے میں انقلابی کردار ادا کرتا ہے۔

انحراف کا معنیٰ و مفہوم

الانحراف یہ "انحرف" کا مصدر ہے جسکا معنی ہوتا ہے "اعتدال سے ہٹ جانا" جیسا کہ کہا جاتا ہے کسی چیز کو اسکی اصل جگہ سے ہٹا دینا یا پھیر دینا یا بدل دینا۔ گویا فکری انحراف کا معنی یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے عقائد و نظریات میں اسلام کی اصل اور متفقہ تعلیمات (Mainstream) سے ہٹ جائے اور پھر جائے۔ انحراف کی اقسام میں سے سب سے بڑی اور نقصان دہ قسم اعتقادی انحراف ہے۔ انحراف کی یہ قسم کفر کے معنی کو شامل ہے۔ اس میں "الحاد" سرفہرست ہے یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان کا انکار کرنا۔ ارتداد اسلام سے مکمل طور پر خارج ہو کر کوئی اور دین اختیار کر لینا۔ اسیطرح شرک کا ارتکاب کرنا بھی انحراف کی اسی قسم میں شامل ہوتا ہے۔ اس قسم میں یہود ونصاریٰ کے عقائد باطلہ بھی شامل ہیں جنکا ذکر قرآن وحدیث میں کیا گیا ہے جیسے عقیدہ تثلیث وغیرہ۔ اعتقادی انحراف کی دوسری قسم یہ ہے کہ جسکے پائے جانے کی وجہ سے کوئی بھی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا بلکہ وہ صراط مستقیم، راہ اعتدال اور اسلامی منہج سے تجاوز اختیار کر جاتا ہے اور اسلام کے مسلمہ اصولوں کو تسلیم

کرنے کی بجائے اپنی ایک نئی فکر کے مطابق زندگی بسر کرنا کامیابی تصور کرتا ہے۔ایسا فکری انحراف کفر کی طرف راہ ہموار کرتا ہے اگر اس سے توبہ نہ کی جائے تو پھر عقائد میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے جو کہ یقینا اسلام سے باغی بنا دیتا ہے۔انحراف کی ایک قسم اخلاقی انحراف ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے تب تک بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑے اور نہ ہی وہ کام کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باز رہنے کی تلقین کی ہے۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتا رہے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کرتا رہے اللہ اور اسکی رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا شعائر بنائے رکھے تاکہ اسکی رحمت حاصل ہوتی رہے۔اگر کوئی شخص ان اصولوں کی خالف ورزی کرتا ہے تو گویا وہ اخلاقی انحراف کا مرتکب ہو رہا ہے جس سے توبہ کرنی چاہیے۔[5]

مسلم فکری انحرافات کے مذہبی اسباب و محرکات

ہندوستان میں مختلف مذاہب کے اختلاط کی وجہ سے مسلمان فکری انتشار کا شکار ہوئے۔ہندوستانی معاشرے میں بہت سی ایسی برائیاں پیدا ہوئیں جنکا اسلامی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ان بے اعتدالیوں کی وجہ سے مسلمانان برصغیر کے عقائد تشکیک کا شکار ہو گئے۔سامراجی دور حکومت میں مسلمان علمی ، معاشی اور روحانی طور پر زوال کا شکار ہوئے۔بالخصوص مسلمانوں کے پختہ عقائد میں ایسی چیزیں شامل ہوگئی جنکا اسلام کے اساسی عقائد سے بالکل تعلق نہ تھا۔نتیجہ کے طور پر اسلام مخالف تحاریک اور گمراہ سلاسل کا آغاز ہوا جنہوں نے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

اسلام کی آمد سے قبل کا ہندوستانی معاشرہ

اسلام کی آمد سے قبل ہندوستانی معاشرے کے جو حالات تھے انکا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ہے:"جو مسلمان باہر سے آئے تھے انکی حالت بھی ہندوستانی مسلمانوں سے کچھ زیادہ بہتر نہ تھی۔ان پر عجمیت پہلے ہی غالب ہو چکی تھی۔نفس پرستی اور عیش پسندی کا گہرا رنگ ان پر چڑھ چکا تھا۔اسلامی تعلیم وتربیت سے وہ خود پوری طرح بہرہ ور نہ تھے۔زیادہ تر دنیا انکو مطلوب تھی۔خالص دینی جذبہ ان میں بہت ہی کم لوگوں میں تھا۔وہ یہاں آکر جلدی عام باشندوں میں گھل مل گئے۔کچھ انکو متاثر کیا اور کچھ خود ان سے متاثر ہوئے۔نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں مسلمانوں کا تمدن اسلامیت ، عجمیت اور ہندیت کی ایک معجون مرکب بن کر رہ گیا۔"[6] محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد سے قبل برصغیر کے حالات کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل ہندوستانی معاشرت راہزنی، صنم پرستی، شدت پسندی اور بدعقیدگی جیسی گمراہیوں میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی۔سندھ کے علاقہ میں لوگوں کے نظریات اخلاقیات کی حدود سے ماورا تھے۔ہر سو گمراہی ہی کا راج تھا اسی صورتحال کی منظر کشی اکبر نجیب آبادی کرتے ہیں:"سندھ میں عام طور پر بت پرستی رائج تھی، مجرموں کی شناخت کے لیے انکو جلتی ہوئی آگ میں گزارنے کا عام رواج تھا، اگر آگ میں جل گیا تو مجرم اور بچ گیا تو بے گناہ تھا۔جادو کا عام طور پر رواج تھا ، غیب کی باتیں اور شگون کے تاثرات بنانے والوں کی بڑی گرم بازاری تھی، محرمات ابدی کیساتھ شادی کر لینے میں تامل نہ تھا ، چناچہ راجا داہر نے اپنی حقیقی بہن کیساتھ پنڈتوں کی ایماء سے شادی کی تھی ، راہزنی اکثر لوگوں کا پیشہ تھا، ذات باری تعالیٰ کا تصور معدوم ہو کر اعلیٰ وادنی پتھر کی مورتیوں کو حاجت روا سمجھتے تھے۔"[7]

برصغیر میں اسلام کی آمد

تاریخی حقائق سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانان عرب ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں ہندوستان کے ساحل پر آباد ہونا شروع ہوگئے تھے۔انہوں نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر زمین کی خریداری کی اور سینکڑوں کی تعداد میں مساجد تعمیر کروائیں۔ مسلمانوں نے بڑی ہی سادگی کیساتھ ہندوؤں کے سامنے اسلام کو پیش کیا اور اپنے اخلاق و کردار سے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو متاثر کیا جسکی بدولت کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ہندوستان کے عربوں کیساتھ قدیمی تجارتی تعلقات تھے جب اسلام عرب سے نکل کر دوسرے علاقوں تک پھیلنا شروع ہوا تو عرب اور ہندوستان کے تعلقات میں مزید بہتری آنا شروع ہوگئی۔ وقت کیساتھ کاروباری روابط سیاسی تعلقات کی شکل اختیار کر گئے۔ برصغیر میں اسلام کی اور اسکے معاشرتی اثرات کو ڈاکٹر محمود احمد غازی بیان کرتے ہیں: "برصغیر میں اسلام خلفائے راشدین کے زمانے میں ہی آگیا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مغربی ہندوستان میں، بمبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آچکی تھیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب حضرات تابعین تھے جو ہندوستان میں آئے اور جنکی آبادیاں ہندوستان میں قائم ہوئیں۔ انہی تابعین کے ہاتھوں برصغیر میں اسلام باقاعدہ طور پر داخل ہوا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کے قافلے یہاں آنے جانے شروع ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں (Fact Finding Missions) بڑے پیمانے پر آئے۔ اور برصغیر کا تذکرہ اسلامی ادب میں تیزی کیساتھ ہونے لگا۔"[8] ہندوستان میں فکری انحراف ایمان کی متضاد فکری کے سبب ایک لازمی امر تھا کیونکہ یہاں صرف ایک مذہب کے ماننے والے ہی نہ تھے بلکہ اسلام سمیت اور کئی مذاہب کے پیروکار بھی یہاں زندگی بسر کر رہے تھے جنکا ایک دوسرے کی فکر اور نظریات سے متاثر ہونا یقینی تھا۔ برصغیر میں جیسے ہی اسلام کا پیغام (Message) لوگوں تک پہنچا تو لوگوں کو اسلام کی پرکشش تعلیمات اور صوفیائے طریقت کے کردار نے بہت متاثر کیا جسکی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ مشرف بااسلام ہوئے۔ اسلامی تعلیمات سے کماحقہ شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے انکا اسلام بہت سی گمراہیوں کا باعث بھی بنا۔ اس ملک کی اسلامی آبادی کی اکثریت ان مشرکانہ رسوم وعقائد میں مبتلا رہے جو کہ قبول اسلام سے پہلے انکے سماج میں موجود تھے۔ اسلام کی ہندوستان میں آمد کے پانچ، چھ صدیوں تک یہاں فرق باطلہ کو کوئی وجود نہیں تھا تمام مسلمان اسلام کی متفقہ، متواتر تعلیمات پر عمل پیرا تھے۔ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ چودھویں صدی ہجری ہندوستان میں دینی کشمکش اور فکری انتشار کی صدی ثابت ہوئی۔ مغلیہ دور حکومت میں خراسان سے اہل تشیع کی یہاں آمد شروع ہوئی علماء ومشائخ کی شبانہ روز اصلاحی کوششوں سے یہ لوگ اپنے نظریات کی ترویج نہ کر سکے لیکن بعد میں انہوں نے اپنا اثر ورسوخ بڑھانا شروع کر دیا۔ ہندوستان میں فکری انحراف کے یوں تو سیاسی، معاشی اور معاشرتی عوامل بھی ہیں لیکن یہاں صرف اہم مذہبی اسباب و محرکات کو زیر بحث لایا جائے گا۔

1۔ نظریاتی تصوف کے اثرات

تصوف کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بڑی واضح ہیں۔ عملی تصوف میں احسان، تزکیہ نفس، اخلاص وللٰہیت، خدمت خلق، جذبہ ایثار، امانت، حسن خلق، رواداری، عفوودرگزر، دیانت اور ایفائے عہد جیسی عمدہ تعلیمات شامل ہیں جو کردار سازی (Character Building) میں مرکزی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی پاک ﷺ کے زمانہ مبارک میں تو ہر چیز کا حل قرآن وحدیث سے ہی معلوم کر لیا جاتا تھا۔ جب اسلام مختلف ممالک میں پھیلا تو یقینی بات ہے کہ اسلام میں بدعات اور خرافات نے بھی اپنی جگہ بنالی جسکی وجہ سے بہت سارے لوگ گمراہی کا شکار ہوئے۔ عباسی دور حکومت کے اختتام پر جب علم الکلام کی ایجاد

کی بدولت صفات باری تعالیٰ سمیت نظریہ وحدۃ الوجود اور نظریہ وحدۃ الشھود اور دیگر کلامی مباحث کی شروعات ہوئی تو بہت ساری بدعات بھی مسلم معاشرے میں رائج ہو گئیں۔ قرآن وسنت کو چھوڑ کر جب عقل کی اندھی تقلید کی جائے تو پھر نتیجہ فکری بے راہ روی کی صورت میں نکلتا ہے۔ تصوف اسلامی پر بھی یونانی فلسفہ کے جب گہرے اثرات مرتب ہوئے تو لوگوں نے ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کر دیا۔ عقل کو جب اپنا رہبر تسلیم کیا گیا اور قرآن وحدیث کو پس پشت ڈالا گیا تو برصغیر میں نویں اور دسویں صدی ہجری اور اسکے بعد کئی لوگوں نے اسلام اور تصوف کے نام پر ایسے خود ساختہ نظریات متعارف کروائے جنہوں نے بعد میں گمراہ کن سلاسل اور تحاریک کی صورت اختیار کر لی ان میں دین اکبری، تحریک مہدویت، سلسلہ مداریہ، روشنیہ فرقہ، تحریک ذکریہ، تحریک جلالیہ، تحریک قادیانیت بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے اکثریت تحاریک اور سلاسل کا آغاز تو تصوف کے نام پر ہوا تھا لیکن نظریاتی تصوف کے اثرات کی وجہ سے لوگوں نے کئی شخصی دعوے کیے جو سینکڑوں لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی عالم اسلام کی منحرف تحریکوں کا بنیادی سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "تصوف جب فکر و فلسفہ کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس میں انحراف کے امکانات بڑھ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں انحرافی تحریکوں اور شخصیتوں نے اپنے اپنے افکار کی توضیح واشاعت کے لئے تصوف کو استعمال کیا۔"[9] ہندوستان میں فکری انحراف کے مذہبی عوامل میں بڑا اہم عنصر نظریاتی تصوف کی وسیع پیمانے پر ترویج واشاعت بھی ہے۔ نظریاتی تصوف در اصل خواہش نفس کی اندھی تقلید کا نام ہے۔ ربانی حکمتوں کو سمجھنے کے لیے عقل پر انحصار کلی سے کوئی بھی شخص راہ راست سے بھٹک سکتا ہے اسی وجہ سے احکامات ربانی اور شریعت مصطفیٰ ﷺ سے بغاوت بڑی محرومی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے ایک مکتوب میں اس مسئلہ کی نشاندہی فرما کر اُس کی اصلاح کا منہج بھی ذکر فرمایا: "طلب میں خرابی و سستی آجانے کا ایک سبب ایسے ناقص شیخ کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے راہ سلوک باقاعدہ طے نہیں کیے ہوتے اور یوں ہی مسند نشین ہو گیا ہو۔ طالب کے لیے اس کی صحبت اختیار کرنا زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک مرض میں گرفتار ہونا ہے۔"[10] حضرت مجدد الف ثانی کے مطابق ناقص شیخ کی صحبت کی مثال یوں ہے جیسے آپ اپنی بیماری کی دوا کسی اناڑی طبیب سے لے لیتے ہیں تو اصل میں اپنے مرض میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔ عصر حاضر میں جب ہم اپنے خانقاہی نظام کی طرف توجہ کرتے ہیں تو صورتحال بڑی تشویش ناک دکھائی دیتی ہے۔ خانقاہی نظام میں موروثیت سرایت کر چکی ہے۔ ہر دور میں خانقاہی نظام ہمیشہ دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور معاشرتی اصلاح کا امین رہا ہے لیکن آج نااہل گدی نشینوں کی وجہ سے خانقاہیں غیر فعال ہو رہی ہیں۔ خانقاہوں اور سلاسل میں جب تک تقویٰ اور پرہیز گاری کی بنیاد پر مسند خلافت و ارشاد پر متمکن کیا جاتا رہا تب تک یہ خانقاہیں اسلام کی ترویج واشاعت کا ذریعہ ثابت ہوتی رہیں مگر جب تقویٰ اور پرہیز گاری معیارِ مسند خلافت نہ رہا اور مسند خلافت بھی جائیداد وغیرہ کی طرح وراثت کی طرح آل اولاد کو منتقل ہونے لگی تو پھر نااہل لوگ بھی مسند نشین ہوتے گئے۔

2۔ جہاد اسلامی کے خلاف کوششیں

حکومت برطانیہ نے مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کی ہر ممکنہ کوششیں کیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا سو سالہ دور اقتدار حکومت برطانیہ کا یہ بتا رہا تھا کہ مسلمان جان تو دے سکتا ہے لیکن کافر سے لڑنا چھوڑ نہیں سکتا۔ مسلمانوں میں جذبہ جہاد شریانوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے اس جذبے کو موت کی آخری ہچکی تک بھی ختم نہیں کیا جاسکتا۔ حکومت برطانیہ کے برصغیر میں

اقتدار کو سب سے زیادہ خطرہ جہاد اسلامی سے تھا جسکو وہ بخوبی جانتے تھے۔ جہاد اسلامی کا خاتمہ انکی اولین ترجیح تھی جسکے لیے وہ ہر وقت مصروف عمل رہے۔ مولانا محمد عمر حسین عرشی امر تسری علامہ اقبال سے اپنی آخری ملاقات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:"آخری عمر میں قریباً ہر صحبت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر آجاتا تھا۔ چناچہ ایک دفع آپ نے فرمایا کہ سلطان ٹیپو کے جہاد حریت سے انگریز نے اندازہ کیا کہ مسئلہ جہاد اس کی حکومت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ جب تک شریعت اسلامیہ سے اس مسئلے کو خارج نہ کیا جائے، انگریز کا مستقبل مطمئن نہیں۔ چناچہ اسی زمانہ سے مختلف ممالک کے علماء کو آلہ کار بنانا شروع کیا۔ ہندوستانی علماء سے بھی ایسے فتوے حاصل کئے گئے، لیکن ایک منصوص قرآنی مسئلہ کو مٹانے کے لیے علماء کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جسکا بنیادی مسئلہ یہی ہو کہ اقوام اسلامیہ میں نسخ جہاد کی تبلیغ کی جائے۔ احمدیت کے اسباب وجوہ پر آج تک جو لکھا گیا ہے، اس کی وقعت سطحیت سے زیادہ نہیں اسکا حقیقی سبب اسی ضرورت کا احساس تھا"[11]۔ حکومت برطانیہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکی تھی کہ مسلمانوں میں جب تک ایمان کی روشنی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ موجود ہے یہ لوگ ناقابل تسخیر ہیں۔ اگر انکی ایمانی قوت کے خاتمے کا سامان کر لیا جائے اور مسلم فکر کو اعتقادی طور پر کمزور بنا دیا جائے تو مسلمانوں اور دوسری اقوام میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ انگریزوں نے برصغیر میں اپنے قدم جمانے کے لیے یکے بعد دیگرے علاقے تو فتح کر ہی لیے مگر حکومت برطانیہ کے لیے مستقل خطرہ مسلمانوں میں جذبہ جہاد اور دینی حمیت کا ہونا تھا۔ مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ کس قدر انگریزوں کے لیے خطرہ تھا اس بات پر آغا شورش کشمیری نے لکھا ہے: "انگریزوں کی پریشانی کا اندازہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ہماری ہندوستانی مسلمان سے ہو سکتا ہے، اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا تصور انکی سلطنت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ انگریزوں نے ایک طویل استبداد کے بعد یہ محسوس کیا کہ بیمانہ تشدد اجتماعی ہو یا انفرادی مسلمانوں سے اس جذبہ کو محو نہیں کر سکتا، تو انہوں نے جہاد کے خلاف مباحث پیدا کر کے علماء سے فتوے حاصل کرنا شروع کیے اور کلام اللہ کی تفسیروں کا مزاج بدلوانا چاہا۔"[12]

امام فضل حق خیر آبادی کا فتویٰ جہاد

185ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے اپنے مشترکہ دشمن انگریز سے نجات حاصل کرنے کی خاطر جانیں قربان کیں تھیں لیکن مقاصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ بغاوت کا ذمہ دار مسلمانوں کو قرار دیا گیا جسکی وجہ سے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے مزید مشکلات پیدا ہو گئیں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کیساتھ جنگ آزادی کے نامور مجاہد تھے جنہوں نے انگریزوں کے خلاف نہ صرف جہاد کا فتوی دیا بلکہ انگریزوں کی مکارانہ چالوں اور ناپاک عزائم سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحریک آزادی سے قبل مسلمانوں کی سیاسی اور دینی بیداری میں اہم کردار ادا کیا جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت برطانیہ نے ہندوستان پر قابض ہونے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا تاکہ اپنے اقتدار کی راہیں ہموار کر سکیں۔ امام فضل حق خیر آبادی نے جنگ آزادی کے عوامل میں سے بڑی جامعیت کیساتھ چار عوامل کی نشاندہی کی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے جہاد کی راہ منتخب کی۔ 1: انگریزوں نے بچوں کو اپنا دین اور اپنی زبان سیکھانے کے لیے جگہ جگہ سکول کھولے اور دین مدارس کی ختم کرنے کے لیے پوری کوشش کی۔ 2: ملک کی تمام پیداوار خرید کر غلے کی قیمت اور سپلائی پر اجارہ داری قائم کر لی اس سے انکا مقصد یہ تھا کہ خلق خدا ہماری دست نگر ہو جائے اور بے چون وچرا ہمارے احکام کی تعمیل کرے۔ 3: مسلمانوں کو ختنہ کرانے سے روکنے اور پردہ نشین خواتین کا پردہ ختم کرانے کی کوشش کی۔

4: مسلمانوں کو سؤر کی چربی والے اور ہندوؤں کو گائے کی چربی والے کارتوس دئے گئے جو منہ سے کاٹنے پڑتے تھے۔ انکی نظر میں اپنی حکومت کو مستحکم بنانے کا یہی طریقہ تھا کہ مذہبی اختلافات کو ختم کر کے تمام رعایا کا ملت کفر والحاد پر متفق کر دیا جائے۔[13]

ہندوستان کا سیاسی منظر نامہ اور مسلمانوں کے حالات: جنگ آزادی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاشی تسلط کے بعد مسلمانوں کی صورتحال حال اسقدر گراوٹ کا شکار ہوگئی تھی کہ مسلمان من حیث القوم کھڑے ہونے کا اعتماد بھی کھو چکے تھے۔ اس صورتحال کو ڈاکٹر برہان احمد فاروقی بیان کرتے ہیں:

> "جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے اناج کی ذخیرہ اندوزی شروع کی تو مولانا فضل حق خیر آبادی نے کمپنی کے خلاف فرضیت جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ مگر جب ہمیں جہاد آزادی سے شکست ہوگئی اور برطانوی استعمار ہمارے اوپر مسلط ہو گیا تو کئی تغیرات رونما ہوئے۔ سیاسی تغیر سے برعظیم پر صدہا سال تک حکومت کرنے والے محکوم بنادئے گئے۔ معاشی تغیر نے جاگیر داری نظام کی نوعیت بدل دی۔ مسلمانوں کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور غداروں، موقعہ پرستوں کو جاگیریں عطا کرنے کے بعد جاگیر داروں کو حقوق ملکیت تفویض کر دئے گئے۔"[14]

حکومت برطانیہ نے جہاد ختم کرنے کے لیے اگرچہ ایسے زر پرست علماء کی مدد بھی حاصل کی تھی جو کہ انکے خلاف جہاد کی ممانعت کا فتوٰی دیں اور انگریز کو اپنا محسن قرار دیں۔ لیکن علماء ربانیین میں سے امام فضل حق خیر آبادی جیسے کچھ ایسے مجاہد بھی تھے جنھوں نے زندگی کا کچھ حصہ تو انگریز کے خلاف مسلسل جہاد میں گزارا جبکہ انکی زندگی کا حصہ اس جرم کی سزا میں ہی گزر گیا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "1857ء کے غدر میں مسلمانوں نے جو انگریز کے خلاف حصول آزادی کے لیے جہاد کیا اور جس پر فتویٰ دینے کے جرم میں علامہ فضل حق خیر آبادی برسوں کالا پانی میں شدید ترین مظالم سہتے رہے اور وہیں وفات پائی۔"[15] حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں اپنی سیاسی پوزیشن مستحکم کرنے اور مسلمانوں سے جہاد فی سبیل اللہ کا خاتمے کے لیے مسلمانوں میں سے ہی ایسے افراد کا انتخاب کیا جنھوں نے اپنا اسلام انگریزوں کے پاس گروی رکھوا دیا تھا اور اسلام کے لباس میں وہ اسلام کے دشمن تھے۔ ایسے لوگوں میں مرزا غلام احمد قادیانی اور ڈپٹی نذیر احمد وغیرہ قابل ذکر ہیں جنھوں نے جہاد اسلامی کو معطل کرنے کے لیے بہت کچھ کیا۔

حکومت برطانیہ کے خلاف ممانعت جہاد کا فتویٰ

قرآن پاک کی اکیس سورتوں کی چار سو بچاسی آیات جہاد کی اہمیت اور فرضیت پر زور دیتی ہوئی نظر آتی ہیں جبکہ نبی پاک ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کے دوران 26 غزوات میں شرکت کی اور 56 سرایہ اپنی نگرانی میں روانہ فرمائے۔ مرزا قادیانی نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر حکومت برطانیہ کے خلاف جہاد کی ممانعت کا اعلان کیا مگر مسلمانوں سے جہاد کا جذبہ ختم کرنے میں ناکام رہا۔ مسلمانان برصغیر سے جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے کا خاتمہ حکومت برطانیہ کی اولین ترجیح تھی جسکے لیے انہوں نے مرزا غلام احمد کو جھوٹی نبوت کے لیے تیار کیا۔ مرزا غلام احمد نے اس مقصد کو پورا کرنا اپنی زندگی کا فرض شمار کیا اور لوگوں کو حکومت کیساتھ مکمل ہمدردی اور خیر خواہی کی طرف راغب کرنے کیساتھ ساتھ حکومت برطانیہ کے خلاف لوگوں کو جہاد سے منع کرتے ہوئے انکی مکمل اطاعت و فرمانبرداری کا بھی حکم دیا جو کہ ان اقتباسات سے واضح ہے: "اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا جیسا کہ حدیثوں میں پہلے لکھا گیا تھا کہ جب مسیح آئے گا تو دین کے لیے لڑنا حرام کیا جائے

گا۔ سو آج سے دین لے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اسکے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے، وہ خدا اور اسکے رسول کا نافرمان ہے"۔[16] ہندوستان کے طول و عرض میں ایک المیہ یہ بھی تھا کہ ایک طرف علمائے حق پر جہاد کی ترغیب دینے پر انہیں پھانسی یا پھر کالا پانی کی سزائیں دی جارہی تھیں جبکہ دوسری طرف اہل قلم کا ایک گروہ مسلمانوں میں حکومت برطانیہ کے استحکام کی خاطر راہیں مسلمانوں میں راہیں ہموار کر رہے تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے "اولی الامر منکم" کا مصداق انگریز حکومت کو قرار دیا تاکہ مسلمان انکے لیے نرم رویہ اختیار کریں۔ انہوں نے مزید جہاد اسلامی کے خاتمے اور حکومت برطانیہ کی اطاعت کو واجب قرار دیا جسکی وجہ سے انکو گراں قدر انعامات سے نوازا گیا اور اسکے ساتھ "شمس العلماء" کا خطاب (Title) بھی دیا گیا۔ ڈپٹی نذیر احمد جہاد اسلامی کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے تھے ان الفاظ سے وہ واضح ہو جاتا ہے: "خدا نے حکام وقت کی اطاعت فرض کر کے احکام شریعت کو ہمارے حق میں خود معطل کر دیا ہے۔ مزید فرمایا کہ احکام شریعت کا مقصود قیام امن ہے اور یہ مقصد انگریزی قانون سے بھی حاصل ہے۔ فرق صرف تدبیر یعنی طریق کار کا ہے۔"[17]

3۔ قرآن پاک اور سیرت طیبہ پر حملے

دین اسلام ایک عالمگیر (Universal) دین ہے جو کہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اسلامی فکر کی ترویج و اشاعت ہر دور میں ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔ مگر اس ترقی کیساتھ ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسی سازشیں بھی ہوتی رہی ہیں جنہوں نے امت مسلمہ کے اجتماعی تشخص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں کا تعلق قرآن اور صاحب قرآن سے مضبوط رہا تو وہ ہر دور میں صراط مستقیم پر گامزن رہے اور کامیابی انکا مقدر بنی رہی۔ اسلام مخالف قوتوں نے ہر دور میں مسلمانوں کا تعلق قرآن اور ذات مصطفیٰ ﷺ سے کمزور کرنے کی خاطر کئی طریقے اپنائے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ قرآن اور صاحب قرآن سے متعلق اہل اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کر دئے جائیں تاکہ مسلمانوں کے اتحاد کا کمزور کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل ممکن ہو سکے۔ برصغیر میں حکومت برطانیہ نے مذہبی بے چینی اور فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے طول و عرض میں عیسائی پادریوں کی ایک کھیپ پھیلا دی۔ قرآن حکیم، اسلامی افکار و نظریات اور رحمت دوعالم حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق مسلمانوں کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کرنا جن کا اصل مقصد (Mission) تھا۔ حکومت نے فکری انتشار کی غرض سے مسلمانوں میں سے ہی ایسے متجددین کا انتخاب کیا جو کہ مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد اور دین سے قلبی لگاؤ کو ختم کرنے کیساتھ انکے متفقہ عقائد میں در اندازی کریں۔ چنانچہ مسلمانوں کے سامنے مستشرقین کا مرتب کیا ہوا اسلام مخالف نصاب متعارف کروا کے مسلمانوں کی اجتماعی فکر کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کامیاب کوششوں کا آغاز ہو گیا۔ ان اسلام مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانان برصغیر فکری انتشار کا شکار ہوئے اور ساتھ ہی بحث و مناظرہ کا دور شروع ہوا جسکی وجہ سے مسلمان تذبذب میں زندگی بسر کرنے لگے۔ اس وقت برصغیر میں قرآن پاک اور سیرت رسول ﷺ کو انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دے کر زہر اگلا گیا۔ جیسا کہ علامہ مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں:

> "سر ولیم میور 1868ء یوپی کا گورنر تھا، اس بدبخت نے رسول پاک ﷺ کے خلاف گستاخیوں کا انتہائی بدترین سلسلہ جاری کیا۔ اس نے ایک کتاب حیات محمد ﷺ (Life of

(Muhammad)اس نے اپنی اس کتاب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں محمد کی کتاب اور محمد کی تلوار نعوذ باللہ۔"[18]

ولیم میور کا مذکورہ بیان بالکل تعصب اور عدم علم کی عکاسی کرتا ہوا حقائق کے خلاف ہے۔وہ دین جس نے ایک انسان کی جان بچانے کو ساری انسانیت کی جان بچانے کے برابر قرار دیا ہے اور ایک قتل ناحق کو ساری انسانیت کا قتل ناحق قرار دیا ہے اس دین میں ایسی انسان مخالف تعلیمات کی بالکل جگہ نہیں ہے۔اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ عالم انسانیت کی کسی بھی فرد کو قرآن پاک اور حضور ﷺ کی سیرت سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کو تو تمام جہانوں کے لیے سراپائے رحمت وشفقت بن اکر مبعوث کیا گیا ہے۔ محسن انسانیت ﷺ تو جائے امن وسلامتی ہیں جہاں سے رنگ و نسل، دین و مذہب، ذات پات اور علاقائی امتیازات کے بغیر ہر فرد نے امن وسکون کی دولت حاصل کی ہے۔

4۔ تقسیم کرواور حکمرانی کرو"(Divide and rule)

حکومت برطانیہ کے لیے ہندوستان میں حکومت قائم کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کا اسلامی افکار پر استقامت تھا جسے وہ ختم کرنا چاہتے تھے۔انہوں نے اپنی ہمدردی پیدا کرنے کے لیے مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرنے کی حکمت عملی کو کامیابی کا راز قرار دیا" تقسیم کرواور حکمرانی کرو"(Divide and rule)کے اصول پر عمل کو یقینی بنایا گیا۔ مسلمان چونکہ من حیث القوم ہندوستان میں اسلام کی بتائی ہوئی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا تھے کہ انگریز نے مسلمانوں میں جماعتوں کے ذریعے بعض لوگوں سے تقسیم کروائی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی۔اسی حقیقت کو سرجان میلکم نے یوں بیان کیا ہے:"ہماری حکومت کی حفاظت اس بات پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں انکو تقسیم کرکے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ جدا رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کرسکیں۔"[19]اس سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی، دینی، معاشی ومعاشرتی عدم استحکام اور مسلکی تقسیم یہ انگریز ایجنڈا ہے۔ مسلمانوں کا اتحاد جب تک قائم تھا انگریز ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا اس نے مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی غرض سے مختلف گروہ بندیوں کی شروعات کی۔ مختلف مسالک متعارف کروائے گئے جنہوں نے اسلام کی متواتر تعلیمات کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے خود ساختہ نظریات متعارف کرواکر اتحاد اسلامی کو تاریخی نقصان پہنچایا اور مسلمان مذہبی انتشار کا بری طرح شکار ہوگئے۔ عصر حاضر میں مسلم معاشرہ جس سیاسی، مذہبی، مسلکی، لسانی، قبائلی اور جغرافیائی تقسیم کی زد میں ہے اسکے پس منظر میں وہ تلخ حقائق موجود ہیں۔ پھر مسالک میں تقسیم در تقسیم نے اسلام کی اصل تصویر مسخ کر دی ہے جسکی وجہ سے انتہاء پسندی اور متشدد رویے مسلم معاشرہ(Society)کا حصہ بن چکے ہیں۔ اسلام کو مختلف مسالک میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔اپنے نظریات کو تقویت دینے کے لیے قرآن وسنت کی من چاہی تفاسیر کی جارہی ہیں۔ اسلام کے اصولی، بنیادی، اجتماعی عقائد پر متفق ہونے کے باوجود فروعی اختلافات کی وجہ سے ہر کوئی دوسرے کو گمراہ اور لادین ثابت کرنے کی سعی میں لگا دکھائی دے رہا ہے۔افتراق بین المسلمین کی غرض سے حکومت برطانیہ نے ہندوستان میں نہ صرف نئے فرقے متعارف کروائی بلکہ انکے مابین فتنہ وفساد بھی پیدا کیا تاکہ مسلمان انتشار کا شکار ہو جائیں۔ شورش کشمیری لکھتے ہیں:"اسکی شکل یہ نکالی کہ بعض نئے فرقوں کو جنم دیا اور انہیں پروان چڑھایا انکا پاتھ بٹایا۔ ہم ان فرقوں کا نام لیکر اپنے مضمون کو کوکج نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن ان فرقوں نے پیدا ہو کر تمام علماء کے خلاف یدھ رچایا جو انگریزی حکومت کا شکار ہونے سے انکار

کر چکے اور برطانوی اقتدار کے خلاف تھے۔ ان نوزائد فرقوں نے نہ صرف مسلمانوں کی وحدت توڑ ڈالی بلکہ کفر کا ایک نیا دفتر کھولا۔ وہ تمام لوگ کافر قرار پائے جو استقلال و عزیمت میں ڈھلے ہوئے آزادی کی جدوجہد میں شریک تھے۔"[20]

5۔ تصادم بین المذاہب

جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لیے یہاں موجود مختلف مذاہب کے لوگ میں تصادم کے منصوبہ سازی کی تاکہ ان میں افتراق کا فائدہ اٹھا کر یہاں اپنی حکومت کے لیے راہیں ہموار کر سکیں۔ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو کئی سالوں سے موجود تھے لیکن تاریخ کے اس حصے تک ان میں اگرچہ مذہبی اور معاشرتی تنوع اگرچہ موجود تھا لیکن ان میں تصادم کی صورتحال کبھی نہ تھی۔ انگریزوں نے ہندوؤں مسلمانوں سمیت یہاں جو بھی دیگر مذاہب کے لوگ رہتے تھے ان میں اختلافات کے ذریعے بغض اور تصادم کی فضائیں ہموار کرئیں جن سے فسادو بے چینی لوگوں میں شروع ہوگئی اور مخالفین نے اسکا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ حکومت برطانیہ کا سیاسی استحکام ہندوستان میں اسی وقت قائم ہو سکتا تھا جب وہ یہاں رہنے والے لوگوں میں فساد اور بدامنی پیدا کریں۔ اس پوری صورتحال کی منظرکشی اس سے خوب معلوم کی جاسکتی ہے۔ متحدہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے استحکام کی خاطر انہوں نے چار اہم مقاصد کا حصول یقینی بنا کر اپنے اقتدار کی راہیں مکمل طور پر ہموار کرلیں ۔ 1: ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی درازی عمر اور سیاسی استحکام اسوقت تک ناممکن ہے جب تک مسلمانوں میں روح جہاد کار فرما ہے۔ 2: مسلمانوں اور ہندوؤں میں مغائرت و منافرت کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے۔ اب تک عقیدوں کی ضد کے باوجود انکے ذہنوں میں تصادم نہیں تھا۔ دونوں مذہبی بعد کے باوجود انگریزوں سے متحد ہو کر لڑے تھے اور تب سوال صرف مسلمانوں کی بادشاہت کا تھا۔ 3: اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھولا جائے۔ اسطرح مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں گے۔ مجادلہ کی جگہ مناظرہ لے گا۔ جہاد کا خدشہ مٹے گا۔ مسلمانوں کی کایہ کلپ ہوگی نتیجۃً برطانوی سلطنت کے استحکام کی رہیں ہموار ہوں گی۔ 4: مسلمانوں میں نئے اور پرانے فرقوں کی معرفت متحارب و متصادم عقائد پیدا کیے جائیں جن سے انکی ملی وحدت پراگندہ ہو جائے اور وہ باہمی نفاق کی مخلوق ہوں۔[21] انگریز حکومت اس حقیقت کو جان چکی تھی کہ ہندوستان میں چونکہ مختلف ادیان اور مذاہب کے بڑے پکے پیروکار رہتے ہیں اگر انکی مذہبی وابستگیاں کمزور بنادی جائیں اور انکو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے تو سیاسی استحکام یقینی ہو جائے گا۔ ان مقاسد کے پیش نظر انہوں نے تصادم بین المذاہب پر کام کیا تو اسلام سمیت دیگر مذاہب کو ایک دوسرے کا مخالف بنادیا۔ اسلام کی ترقی روکنے کے لیے جہاد کا خاتمہ سمیت کئی اسلام مخالف تحاریک اور فرق متعارف کرائے گئے جنہوں نے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کیے اور مسلمان فکری انحراف کا شکار ہوئے۔ ان تحاریک کا مشن اسلام مخالف ایسے نظریات کو پھیلانا تھا جنکی وجہ سے امت مسلمہ کے اجتماعی تشخص کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر کی سیرت پر حملوں کا محاذ کھولا گیا اسی وجہ سے مسلمانوں میں مذہبی انتشار پیدا ہوا۔

6۔ وحدت ادیان کا خود ساختہ فلسفہ

ہندوستان کی مذہبی تاریخ سے یہ بات روز روشن کیطرح عیاں ہوتی ہے کہ یہاں اسلام مخالف تمام گمراہ تحریکوں اور فتنوں میں ایک بات قدر مشترک نظر آتی ہے وہ یہ کہ دیگر مذاہب کی فطری تعلیمات میں دین اسلام کو بھی ضم کر دیا جائے تاکہ اسلام کی الگ دین کے طور پر پہچان ہی ختم ہو جائے۔ دین اکبری کے ظہور سے لیکر بعد تک وحدت ادیان کا خود ساختہ فلسفہ ہمیں برصغیر

کی مذہبی تاریخ میں بہت نمایاں نظر آتا ہے جسکی وجہ سے برصغیر میں مسلم فکری انحراف پیدا ہوا۔ہندو مصلحین، مبلغین تمام مذاہب کی فطری تعلیمات کو ضم کرکے اسلام کے مقابلے میں ایک نیا مذہب متعارف کروانے کے خواہشمند تھے تاکہ مسلمانوں کا یقین اسلام سے اٹھ جائے اور وہ تشکیک کا شکار ہوجائیں۔سو ان مقاصد کی تکمیل کے لیے ہندو بھگت اور اس تحریک کے نمائندگان برصغیر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے جنکا مقصد اسلام کی متفقہ تعلیمات کو لیکر ایک ایسی فکر پیش کرنا تھا جس میں برصغیر میں پائے جانے والے تمام مذاہب کی خصوصیات شامل ہوں۔باباگرونانک اور بھگت کبیر سمیت دیگر مذہبی رہنماؤں نے اسی سے مماثلت رکھتا ہوا ایک مذہبی فلسفہ پیش کیا۔جس کی بنیاد اسلام، ہندومت، عیسائیت اور بدھ مت کی تعلیمات پر ہو تاکہ مسلمانوں کو اس نئے فلسفہ کی طرف مائل کیا جائے تاکہ وہ ان ملتی جلتی اور مشترک چیزوں میں ضم ہوجائیں۔وحدت ادیان کا فلسفہ صرف ہندوستان کی مذہبی تاریخ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ وقت گزرنے کیساتھ مغرب اور اسلام مخالف قوتوں کی پشت پناہی کی بدولت دور حاضر میں بھی یہ ایشو گمراہی کی ایک جدید شکل اختیار کرچکا ہے۔عصر حاضر کے معروف تجزیہ نگار مفتی منیب الرحمٰن وحدت ادیان اور صلح کلی کو مغربی ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اسکی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں:"اہل مغرب نے ماضی قریب میں احقاق حق اور احقاق باطل کے فریضے سے علمائے حق کو دستبردار کرنے اور"سب کچھ جائز ہے" کی روش کو قبولیت دینے کے لیے تصوف کی آڑ میں ایک شعوری تحریک برپا کی اسی کو"صلح کلی"سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور گزشتہ تین عشروں کی دہشت گردی کی آڑ لیکر مسلمانوں کو جہاد کے اصول سے دستبردار کرنا بھی مقصود تھا، ہم ایسی تحریکوں کے ہمنوا نہیں بن سکتے ،کیونکہ شرعی جہاد ہمارے عقیدے اور دین کا حصہ ہے۔۔۔یہ اصول بھی ناقابل قبول ہے کہ صرف وہ یہودی اور عیسائی کافر تھے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں آپ کی دعوت پر لبیک نہیں کہا، بعد والے یہود و نصاریٰ کافر نہیں، یہ بھی تلبیس ابلیس ہے۔اسیطرح عالمی سطح پر یہ تقسیم کہ مطلق کفار و مشرکین ایک زمرے میں ہیں اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کیساتھ دوسرے زمرے میں ہیں، جنہیں مومنین (Believers) سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ تعبیر و تشریح قرآن کی صریح اور قطعی آیات کے خلاف ہے اس لیے قابل قبول نہیں ہے۔"[22] معلوم ہوا کہ وحدت ادیان کا خود ساختہ نظریہ جو کہ مختلف ادوار میں موجود رہا عصر حاضر میں بھی وحدت ادیان سے مسلمانوں کو یہود و نصاری کیساتھ ضم کرنے کی عالمی سطح پر کوششیں جاری ہیں تاکہ مسلمان اپنی علیحدہ شناخت کو ختم کردیں اور اسلام کو مشکوک بنا کر پیش کیا جائے۔یہ فکر اسلام کی متفقہ تعلیمات کے خلاف ہے مسلمان یہود و نصاری سے اپنا بالکل جداگانہ تشخص رکھتے ہیں۔

7۔اسلاموفوبیا کا چیلنج

اس وقت پوری دنیا میں اہل اسلام کو جن چیلنجز کا سامنا ہے ان میں سے ایک اسلاموفوبیا بھی ہے۔کسی بھی چیز سے نفرت کرنے اور خوف کھانے کو فوبیا کہا جاتا ہے۔(Phobia) خوف، ڈر اور نفرت رکھنے کو کہا جاتا ہے۔جب اس لفظ کو ہم اسلام کیساتھ جوڑ کر بولتے ہیں۔(Islamophobia) ہیں تو اسکا مطلب ہوتا ہے اسلام سے خوف، دشمنی یا اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنا۔نائن الیون کے بعد مغرب کی جانب سے اس لفظ کا کثرت سے استعمال کیا جانے لگا جسکا مقصد مسلمانوں کو ایک دہشت گرد کے طور پر متعارف کروانا تھا۔اسلام وفوبیا کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ پوری دینا میں جہاں بھی کوئی دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے تو اسکو بغیر کسی تحقیق کے مسلمانوں کیساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔مغربی ممالک کو یہ بات سمجھنا ہوگی کہ اگر فرض محال کوئی کلمہ گو کسی ایسی سرگرمی میں ملوث ہوتا بھی ہے تو یہ اسکا انفرادی فعل تو ہوسکتا ہے اسلام کا اس کیساتھ کوئی تعلق

نہیں ہے۔ اسلام تو حالت جنگ میں بھی بچوں بوڑھوں، عبادت گاہوں اور تلوار نہ اٹھانے والوں کو تحفظ فراہم کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ دین جس نے ایک انسان کی جان بچانے کو ساری انسانیت کی جان بچانے کے برابر قرار دیا ہے اور ایک قتل ناحق کو ساری انسانیت کا قتل ناحق قرار دیا ہے اس دین میں ایسی انسان مخالف تعلیمات کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ کی دور میں جتنی بھی جنگیں لڑی گئیں وہ دفاعی پس منظر رکھتی ہیں۔ عہدی نبوی میں ہونے والے تمام غزوات اور سرایا میں مقتولین اور شہداء کی کل تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد ہے جبکہ جنگ عظیم اول میں مقتولین کی تعداد پچاسی لاکھ اور جنگ عظیم دوم میں مقتولین کی تعداد پانچ کروڑ ہے۔ ان عالمی جنگوں میں ناحق لوگوں کو لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں گاجر مولی کیطرح کاٹہ گیا جو کہ دراصل انسانیت سوز عمل تھا۔ ان انسان دشمن اقدامات کے عالمی اثرات آج بھی دینا پر دہشگردی کی شکل میں مرتب ہو رہے ہیں۔

اسلاموفوبیا کا تدارک

اسلاموفربیا ایک سنجیدہ اور اہم ترین مسئلہ ہے اسکے سدباب کے لیے ہر سال 15 مارچ کو عالمی سطح پر ایک دن مقرر کیا گیا ہے جسکے منانے کا مقصد غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا حقیقی تشخص اجاگر کرنا ہے۔ اسلاموفوبیا کی ایک اہم وجہ اسلام کی اصل تعلیمات سے عدم واقفیت ہے اسی وجہ سے اگر مسلمان آج بھی اس مسئلہ سے نجات چاہتے ہیں تو چند عملی اقدامات کر لیں تو حل ممکن ہے۔ 1: پوری دنیا میں اسلام کی دعوت دینے کیساتھ اسلام کا حقیقی چہرہ اجاگر کیا جائے۔ 2: اخلاق حسنہ کیساتھ بین المذاہب مکالمہ کا ااہتمام کیا جائے تاکہ مخالفین اسلام کو سمجھنے کا ایک آسان موقع مل سکے۔ 3: اسلامی سکالرز کی ذمہ داری ہے کہ دعوت دین کے جدید اسالیب کو اپناتے ہوئے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی مدد سے مستشرقین اور دیگر منحرفین کی غلط فہمیوں، اعتراضات کا مدلل جواب دیں۔

8۔ فتنہ الحاد و لادینیت

الحاد و لادینیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بندگی سے آزادی حاصل کر کے محض خواہشات نفس کی پیروی کرنے کا نام ہے۔ لادین لوگ چونکہ اللہ رب العزت کی بندگی کو اپنے لیے قید اور پابندی سمجھتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی بندگی سے آزادی حاصل کر کے نفس کے غلام بننا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ[23]

"بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنالیا۔" قرآن مجید کی یہ آیتِ مبارکہ بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ لادین و ملحدین کی حقیقت کو عیاں کر رہی ہے کہ اصل میں یہ لوگ خدائے واحد کی بجائے خواہشات نفس کو اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔

"دی آکسفورڈ ڈکشنری" میں الحاد کی یوں تعریف بیان کی گئی ہے:

"The view that reason is the only guide leading to the improvement and progress of the human race and theat adherence to religious or other non-rational beliefs are outdated.[24]"

ذکر کردہ تعریف کے مطابق اس تحریک یا سوچ کے حامل لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ صرف عقل ہی انسانی ترقی و کامیابی اور انسانی فلاح و بہبود کی ضامن ہے اور جو مذہبی اعتقادات غیر عقلی وہ فرسودہ اور زمانہ قدیم کی یادگار ہیں۔ ملحدین نے ہر شے کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا ہے یعنی عقل کو ہی ہر چیز کے لیے پیمانہ قرار دے دیا۔ اگر عقل اُس چیز کی تائید کرے تو وہ ٹھیک ورنہ ملحدین اُس چیز کا انکار کر دیتے ہیں۔ ملحدین طبیعائی دُنیا اور مادی اشیاء سے باہر ماورائے طبیعات کسی چیز کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کے نزدیک حقیقت صرف انھی چیزوں کی ہے جو اُن کے مشاہدے یا تجربے کی بنیاد پر تسلیم شدہ ہوں یا پھر عقلِ انسانی کم از کم اُن کو تسلیم کرے۔ چنانچہ مولانا مودودی فتنہ الحاد کی حقیقت کے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ لوگ عالم طبعیت اور دنیائے مادہ حرکت کے باہر کسی چیز کے وجود کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے ان کے نزدیک حقیقت صرف انھی چیزوں کی تھی جو ہمارے مشاہدہ و تجربہ میں آئی ہیں۔"[25] سابقہ گفتگو سے الحاد و لادینیت کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اگر الحاد و لادینیت کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تاریخ کافی پُرانی ہے۔ فکری انتشار کی وجہ سے فکری و نظریاتی مسائل اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمزور تعلق کی وجہ سے آج کی نوجوان نسل فتنہ الحاد کا بڑی تیزی کیساتھ شکار ہو رہی ہے۔ آج ہر سوال کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ عقل جس بات کی تائید کر دے وہ بات قابلِ قبول ہے اور جس بات کو عقل رد کرے وہ ناقابلِ قبول اور ناقص ہے حالانکہ عقل خود خام و ناقص ہے۔ لہٰذا الوہی حکمتوں کو سمجھنے کے لیے قرآن و سنت اور آئمہ کے بیان کردہ اصولوں سے ہدایت حاصل کرنا بہت ضروری ہے صرف عقل انسانی پر انحصار کافی نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ میں فکری انحراف کی خلیج وسیع تر ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آغاز میں تمام لوگ سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کرام کی پیروی کرنے والے تھے لیکن بعد میں لوگوں نے نئے عقائد وضع کر کے جمہور اہلسنت سے علیحدہ ہو کر اپنی شناخت بنائی جنکو خوارج کہا جاتا ہے۔ عہد صحابہ کرام میں قدریہ فرقہ کا آغاز ہو چکا تھا جو تمام احکامات اسلام مانتے تھے لیکن تقدیر کا انکار کرنے والے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں فرقہ معتزلہ پیدا ہوا۔ ہندوستان میں محمد بن قاسم کی آمد کے بعد اسلام کی ترویج و اشاعت کا آغاز تو ہوا لیکن اعتقادی تضادات کی وجہ سے ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اسلام کی متفقہ تعلیمات سے ہٹ کر مہدی، نبی و رسول ہونے سمیت کئی شخصی دعوے کر کے فکری انحراف کی راہیں ہموار کیں۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرتی فساد کے خاتمے اور سماجی امن و سکون کو یقینی بنانے کے لیے فکر اسلامی کے احکامات ہر دور میں اپنے انبیاء کرام کو عطا کیے جسکی تکمیل رسول رحمت خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے فرمائی۔ مسلم فکری انحراف سے مراد اسلام کے مسلمہ اجتماعی عقائد کی خلاف ورزی ہے۔ ایسی فکر جو کسی کو بھی اسلام کے متفقہ دینی اصول و ضوابط، اسلامی منہج و طریق، معاشرتی روایات اور جمہور کے نظم سے جدا کر دے۔ ایسے گروہ اور جماعتیں جنھوں نے اہلسنت و جماعت سوادِ اعظم کے اجتماعی عقائد و نظریات سے ہٹ کر کے علیحدہ اپنی خود ساختہ فکر کی بنیاد رکھی ایسے لوگوں کو منحرفین میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں مسلم معاشرے پر جب سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی اثرات مرتب ہوئے تو مسلمانوں کے عقائد میں ایسی چیزیں شامل ہو گئیں جنکا اسلامی فکر سے بالکل تعلق نہ تھا۔ ہندوستان میں مسلم فکری انحراف کے مذہبی اسباب و محرکات میں سے قرآن و سنت کی خود ساختہ تشریحات، جہاد اسلامی کے خاتمہ کی کوششیں، نظریاتی تصوف کی ترویج و اشاعت، تصادم بین المذاہب کی پالیسی، فتنہ الحاد و لادینیت، وحدت ادیان کا خود ساختہ نظریہ، افتراق بین المسلمین کی

حکمت عملی، فتنہ الحاد ولادینیت اور اسلاموفوبیا کا چیلنج اہم ہیں۔ماضی کی طرح عصرِ حاضر میں بھی اسلام کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔موجودہ دور کے مسائل نئی شکل میں پھر اسلام پر حملہ آور ہیں۔ایک طرف الحاد ولادینیت کا بہت بڑا فتنہ جو نسل نو کو فکری و عملی اور نظریاتی طور پر کمزور کرتا جارہاہے تو دوسری طرف نسل نو فکری انحراف کی وجہ سے بدعات وخرافات کی زنجیروں میں جکڑی جارہی ہے۔ترقی، روشن خیالی، ثقافت، دین بیزاری، سوشل میڈیا کے منفی استعمال اور جدت کے نام پر جو زہر نئی نسل کے ذہنوں میں پیدا ہوچکا ہے یہ حالات خطرناک صورتحال کی عکاسی کر رہے ہیں۔آج ہمیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم فکری انحراف کے اثرات سے بچنے کے لیے قرآن وسنت اور اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات کا فہم حاصل کریں تاکہ کسی بھی قسم کی گمراہی سے تحفظ یقینی ہوسکے

References

[1] Al-Quran 129:3
[2] Ḥussain Ibn Muḥammad Rāghib Iṣfahānī, *Al-Mafridāt al-Qurān* (Makkah: Maktaba Nizār Mustafa al-Bāz, 1418h), 808.
[3] Burhān Aḥmad Fārūqī, *Qurān aur Mosalmanoon key Zinda Masā'il* (Idāra Saqāfat Islāmia, 1999), 58.
[4] Ahmad Ibn 'Umar al-Shaibanī, *As-Sunnah* (Beirūt: Al-Maktaba al-Islāmi al-Taba al-oola,1400), 39.
[5] Dr. Mohayyud al-Dīn, *Asbab al-Inhirāf al-Fikrī* (10437AH), 3.
[6] Abū al-A'alā Maudūdī, *Tahrikb-e-Āzādi-e-Hind aur Mosalmān* (Lahore: Islāmic Publications LTD, 1973), 40.
[7] Akbar Najeeb Ābādi Shāh, *Tarīkh Islām* (Lahore: Nafees Academy, 1986), 55.
[8] Dr. Maḥmood Ahmad Ghāzī, Mohādrat-e-Ḥadīth (Lahore, Al-Faisal Nashran, 2022), 352.
[9] Aḥmad Fārūqī, *Qurān aur Mosalmanoon key Zinda Masā'il*, 58.
[10] Muḥammad Mūsā Bhuttoo, *Islāmi Shariyat-o-Ṭareeqat Mojaddid kī Nazar mein* (Ḥaiderābād: Sindh National Acedemy), 42.
[11] Prof. Iḥsan Ilāh Sālik, *Iqbāl pr Pandrah Maqālāt* (Lahore: 'Azīz Publishers, 1977), 59.
[12] Shorash Kashmīrī, *Taḥrīk-e-Khatam-e-Nabūwwat* (Lahore: Matbuāt Chatan, 2017), 14.
[13] Muḥammad Fazal-e-Haq Khair Ābādī, *Bāghī Hindustān* (Lahore: Maktabah Qādriya, 1997), 17.
[14] Aḥmad Fārūqī, *Qurān aur Mosalmanoon key Zinda Masā'il*, 96.
[15] Ghulām Rasool Sa'eedī, *Maqālāt-e-Sa'eedī* (Lahore, Fareed Book Stall, 2005), 490.
[16] Ishtihār Chanda, Minārа tul Maseeḥ (224 May1900).
[17] Kashmīrī, *Taḥrīk-e-Khatam-e-Nabūwwat*, 18.
[18] Mubārak Ḥussain Miṣbāḥī, *Ifrāq bain al-Muslimīn* (Lahore: Makazi Majlis-e-Rada, 2004), 141.

[19] Shams al-Haq Afghānī, *Barrisgheer key Islāmī Madāris* (Karāchī: Mahnāma al-Balāgh, February).
[20] Kashmīrī, *Taḥrīk-e-Khatam-e-Nabūwwat*, 19.
[21] Kashmīrī, *Taḥrīk-e-Khatam-e-Nabūwwat*, 19.

[22] Muftī Moneeb al-Ramḥān, *Iṣlaḥ-e-Aqāid-o-A'māl* (Karāchī: Dār al-'Ulūm Na'eemia, 2018), 36.
[23] Al-Qurān 23:45.
24 The Oxford Dictionary, 3:219.
[25] Maudūdī, *Tahrikb-e-Āzādi-e-Hind aur Mosalmān*, 12.